مغضوب اور ضآلین کی دعائیں اور ان کی حقیقت

فرعون کی بدنی نجات سے مراد ایک بے اختیار زندگی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/ جولائی ۱۹۹۱ء بمقام ٹورنٹو۔ کینیڈا)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج کا یہ خطبہ جمعہ جو میں ٹورانٹو انٹاریو کینیڈا سے دے رہا ہوں ٹورانٹو کے علاوہ کینیڈا کے تین اور شہروں میں بھی سنا جا رہا ہے۔ یعنی وینکور، ایڈمنٹن اور کیلگری اسی طرح یونائیڈ سٹیٹس کے پانچ شہروں میں یہ خطبہ براہ راست سنا جا رہا ہے یعنی نیویارک، واشنگٹن، شکاگو، ولنگبر واور نیو جرسی۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے ممالک میں سے حسب سابق ماریشس اور جاپان کے علاوہ پیرس (فرانس) میں بھی اور ڈنمارک اور فرنکفرٹ (جرمنی) میں بھی پیرس کی طرف سے یہ اطلاع مجھے ملی ہے کہ چونکہ آج وہاں خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع ہو رہا ہے اور یہ فرانس کی تاریخ میں غالباً پہلا سالانہ اجتماع ہے اس لئے انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اس خطبے میں ان خدام کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے لئے بھی حوصلہ افزائی کے کچھ الفاظ کہہ دوں۔ میں اپنی طرف سے بھی اور آپ سب کی طرف سے بھی جو یہاں اس خطبے میں شریک ہیں مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کے ہونے والے اجتماع پیرس میں جتنے احباب شامل ہیں خواہ وہ خدام ہیں، انصار ہیں خواتین ہیں یا بچے ہیں سب کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ہر لحاظ سے کامیاب بنائے اور یہ اجتماع تو دو تین دن میں ختم ہو جائے گا مگر اس کی برکتیں اور فوائد ہمیشہ جاری رکھے۔ (آمین) اب میں اصل

مضمون کی طرف آتا ہوں۔

ایک لمبے عرصے سے نماز سے متعلق خطبات کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں سورہ فاتحہ سے نماز میں استفادہ کرنے سے متعلق مختلف خطبات دیئے ہیں۔ آخری خطبہ اس مضمون پر تھا کہ نماز میں جب ہم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہتے ہیں تو وہ خدا کے پاک بندے جن پر خدا نے انعام فرمایا ان کے رستے پر چلنے کی دعا مانگتے ہیں اس لحاظ سے ہم پر ضروری ہے کہ اس سفر کو آسان کرنے کے لئے ان ہی لوگوں کی دعائیں مانگیں جن کی قبولیت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمائے۔ پس آخری خطبہ جو امریکہ میں اس موضوع پر تھا اس میں منعم علیہ گروہ کی دعاؤں میں سے آخری دعاؤں پر میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

اس دعا کا اگلا حصہ ہے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ اے ہمارے رب ہمیں اس رستے پر نہ چلانا جس پر وہ انسان چلتے رہے جو تیرے غضب کا نشانہ بنے یا وہ لوگ چلے جنہوں نے کچھ عرصہ صراط مستقیم پر چل کر صراط مستقیم کو چھوڑ دیا اور بھٹک گئے۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ لوگ بھی بعض دعائیں کیا کرتے تھے اور جیسے منعم علیہ گروہ کی دعائیں قرآن کریم میں درج ہیں الْمَغْضُوبِ اور الضَّآلِّينَ کی دعائیں بھی درج ہیں پس ضروری ہے کہ ہم ان دعاؤں سے بچیں اور ان دعاؤں کی روح سے بچیں جو قرآن کریم میں عبرت کے طور پر ہمارے لئے محفوظ کی گئی ہیں اور اس پہلو سے آج کا خطبہ اسی موضوع پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (البقرہ:۲۰۱) کہ بعض انسانوں میں سے ایسے بھی ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس دنیا کی حسنہ عطا فرما یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ حج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا کہ جب تم حج کے مناسک ادا کر چکو یعنی عبادت پوری کر چکو تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کو یاد کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی بہت بڑھ کر اس کے بعد فرماتا ہے کہ بعض ان میں سے ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا کی اچھی چیزیں عطا فرما۔

سوال یہ ہے کہ اس کا حج کے مضمون سے کیا تعلق ہے۔ وہ تعلق یہ ہے کہ وہ انسان جو اس دنیا کا ہو چکا ہو اور دنیا ہی کے لئے جیتا ہو دنیا ہی کے لئے مرتا ہو وہ جب عبادت کے معراج پر بھی پہنچتا ہے تو اس کی دعا دنیا طلبی کی دعا ہی ہوتی ہے۔ پس فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ حج میں جو لوگ میرے قریب آئے جو اپنی عبادت کے معراج کو پہنچے وہ سب کے سب ایسے ہیں جو میری تمنا لے کر آئے تھے۔ کچھ بدنصیب ان میں سے ایسے بھی ہیں جو دنیا کی آرزوئیں لے کر یہ جان جوکھوں کا سفر اختیار کرنے والے تھے اور آخر پر جب وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہے تو مجھ سے دنیا ہی مانگتے رہے۔ فرمایا میں ان کو دنیا دوں گا لیکن پھر آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ یہاں جو سزا کا پہلو ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ عبادت میں جب ایک انسان معراج کو پہنچتا ہے تو خدا قریب آچکا ہوتا ہے۔ اس وقت خدا کو نہ مانگنا اور دنیا کی طرف جھک جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بالآخر دنیا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ پس دنیا مانگنا منع نہیں ہے مگر جس پس منظر میں دنیا مانگنے کا نقشہ بیان ہوا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ وہاں جا کر وہ لوگ اپنے اندرونے کو ننگا کر دیتے ہیں۔ پس خدا بہتر جانتا ہے کہ کتنے لکھوکھہا حج کرنے والے ہیں جو دنیا طلبی کی تمنا لئے ہوئے حج کرتے ہیں لیکن یہاں اس مضمون کا تعلق صرف حج ہی سے نہیں بلکہ ہر عبادت سے ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نصیحتاً فرماتا ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ:۲۰۲) لیکن کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں دنیا کی اچھی چیزیں بھی عطا فرما اور آخرت کی اچھی چیزیں بھی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی چیزیں ہمیں اپنی طرف اس طرح مائل نہ کر لیں کہ ہم ان کے نتیجے میں تجھے بھول جائیں اور بالآخر آگ کے عذاب کا سزاوار ٹھہریں۔ پس دنیا کی اچھی باتیں طلب کرتے ہوئے ساتھ احتیاطاً یہ دعا بھی سکھا دی گئی کہ وہ باتیں بھی تمہیں ملیں گی اور آخرت کی اچھی چیزیں بھی ملیں گی مگر یاد رکھنا کہ دنیا کی اچھی چیزوں میں گم نہ ہو جانا کیونکہ اس کے نتیجے میں پھر بھی یہ خطرہ رہے گا کہ تم خدا کے عذاب کے سزاوار ٹھہرو۔

یہ دعا سورۃ البقرہ آیت ۲۰۲ سے لی گئی تھی۔ ایک دوسری مغضوب اور ضالین کی دعا یہ ہے جو سورہ نساء کی آیت ۷۸ اور ۷۹ سے لی گئی ہے اس میں وہ یہ دعا کرتے ہیں۔

وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ
قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے کیوں ہم پر قتال اتنا جلدی فرض کر دیا کاش تو نے اسے کچھ مدت کے لئے ٹال دیا ہوتا ان سے کہہ دے کہ دنیا کی زندگی تو ایک عارضی فائدے کی جگہ ہے اور باقی رہنے والی بھلائی آخرت ہی میں ہے۔ اور تم پر کوئی اتنا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا جتنا کھجور کی گٹھلی کے اندر لکیر ہوتی ہے۔

اس دعا کا پس منظر یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کہ کیا تو نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جن کو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا تھا کہ تم لوگوں سے اپنے ہاتھ کو روکے رکھو۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ یہاں ایسے لوگوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جن پر یکطرفہ ظلم ہو رہے ہیں اور اس ظلم کے دور میں وہ بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں کیوں اجازت نہیں دی جاتی کہ ہم اپنا دفاع کریں۔ ہمیں کیوں اجازت نہیں دی جاتی کہ ہم بھی جوابی حملے کریں اور اس مزاج کے لوگ جیسے پہلے زمانوں میں پائے جاتے تھے اس زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں جو احمدیوں پر ایک لمبا ابتلاء کا دور گزرا ہے۔ اس میں مجھ سے بھی ایسے مطالبے ہوئے ہیں اور بعض خطوط کے ذریعے بھی بڑے بڑے احتجاج ملتے ہیں کہ ہمیں بھی موقع دیں۔ ہم بھی جوابی کارروائی کریں جس طرح وہ ہم پر ظلم کرتے ہیں ہم اس کا بدلہ ان سے اتاریں لیکن ان کو میں ہمیشہ صبر کی تلقین کرتا ہوں۔

پس قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ مومنوں کو جوابی حملے کی اجازت نہیں دیتا اور یہ نصیحت فرماتا ہے کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور صبر سے کام لو۔ دعا کے ذریعے اور زکوۃ کے ذریعے نیک کاموں میں خرچ کر کے تسکین قلب حاصل کرو لیکن وہ لوگ جب بالآخر ان پر جہاد فرض کر دیا جاتا ہے تو اس وقت ان کا مزاج بالکل الٹ جاتا ہے۔ وہ جو پہلے بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں موقع دیا جائے ہم جوابی کارروائی کریں گے ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ کہتے

ہیں رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ أَخَّرْتَنَآ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ اے خدا اتنی جلدی تو نے جہاد فرض کر دیا ابھی تو ہمیں طاقت ہی کوئی نہیں آئی۔ کاش کچھ اور مدت کے لئے اس فرضیت جہاد کو ٹال دیا ہوتا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ان سے کہہ دے کہ تم دنیا میں چند دن اور بھی رہ جاؤ گے تو بالآخر یہ دنیا عارضی ہے اور اس دنیا کے فائدے بھی چند دنوں کے فائدے ہیں۔ جو باقی رہنے والی حسنات ہیں وہ تو آخرت ہے۔ پس چند دن کے جہاد کو ٹالنے سے تمہیں کیا فرق پڑے گا۔ بہر حال یہ جو دعا ہے یہ اس سے پہلے کی ایک کیفیت سے تعلق رکھتی ہے جو کھلی کیفیت ہے اور وہ مومنوں کو دھوکا دینے والی بات ہوتی ہے۔ عام طور پر ایسے لوگ جو بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں وقت آنے پر ہمیشہ بزدلی دکھایا کرتے ہیں۔

پھر سورۃ انعام ۲۸ تا ۳۱ میں الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کی یہ دعا ہے وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ کاش تو دیکھتا ان لوگوں کو جو آگ کے سامنے پیش کئے جائیں گے یعنی مرنے کے بعد ان کا عذاب ان کو دکھائی دینے لگے گا۔ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا کاش ایسا ہو کہ ہمیں واپس لوٹا دیا جائے۔ تب ہم ہرگز اپنے خدا کی اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہیں کریں گے وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اور ہم یقیناً مومنوں میں سے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ

بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ان کی وہ صورت حال وہ حقیقت ظاہر ہو چکی ہے جو اس سے پہلے وہ چھپایا کرتے تھے۔ لیکن اگر وہ دوبارہ لوٹا دیئے جائیں تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا جاتا تھا یا منع کیا جاتا ہے اور اس دعوے میں وہ جھوٹے ہیں کہ اگر ہمیں ایک اور مہلت دی جائے تو اس مہلت سے استفادہ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی آیات کی تصدیق کریں گے اور خدا تعالیٰ کے احکامات کے مطابق کریں گے۔ یہ ایک نفسیاتی نکتہ ہے اور اس کا فیصلہ دراصل اس دنیا میں ہو چکا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اگر ان کو دوبارہ لوٹایا جائے تو وہی کریں گے یہ محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ اس کا ثبوت ان لوگوں کی زندگیوں سے بار ہا ملتا ہے ہر وہ شخص جو اپنے گناہ کے نتیجے میں اپنی پاداش عمل کا منہ دیکھنے لگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی سزا قریب آ گئی ہے۔ ہمیشہ یہی

کہتا ہے کہ اگر اس دفعہ میں نہ پکڑا جاؤں تو میں تو بہ کرلوں گا اور جب مشکل ٹل جاتی ہے۔ جب ابتلاء دور ہو جاتا ہے تو پھر دوبارہ وہی حرکتیں کرتا ہے۔ ایسے طالب علم آپ نے دیکھے ہوں گے اور میں ذاتی تجربے کے طور پر بھی جانتا ہوں کہ جب امتحان سر پر آ جایا کرتا تھا تو وہ بہت تو بہ کیا کرتے تھے کہ اگلی دفعہ جب نئے سال ترقی کریں گے تو پھر شروع سے ہی کتابیں اچھی طرح سنبھال کر رکھیں گے۔ خوب پڑھیں گے محنت کے ساتھ اس دفعہ کسی طرح یہ بلا ٹل جائے اور ایسے طلباء جو یہ باتیں کرتے ہیں جب بھی بلا ٹلتی ہے دوبارہ پھر بالکل ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے امتحانوں میں تو کوئی ایسی بات نہیں مگر جب خدا کے حضور ایسے وعدے کئے جائیں اور بار بار پہلی حالت کی طرف رجوع کیا جائے تو پھر قیامت کے دن خدا تعالیٰ کا یہ جواب دیکھیں کیسا برحق ہے کہ تم وہی تو ہو جو پہلے اسی قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔ آج اگر ہم یہ عذاب ٹال دیں اور تمہیں واپس لوٹا دیں تو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تم پھر دوبارہ وہی حرکتیں کرو گے جو اس سے پہلے کرتے چلے آئے ہو۔ پس ایسی باتیں کرنا جب پکڑ کا وقت آ جائے اور امتحان کا وقت ختم ہو جائے بالکل بے معنی اور لغو باتیں ہیں ایسی دعا سے استغفار اور اس کے مواقع سے استغفار کرنا چاہئے۔

سورۃ الانعام کی ایک دعا ہے ۱۲۹ اور ۱۳۰ آیات میں۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ

فرماتا ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا جب اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اے جنوں میں سے سردار اور بڑے لوگو تم نے عوام الناس کا خوب استحصال کیا ہے۔ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ عوام الناس میں سے جو بڑے لوگ ہیں وہ خدا کے حضور یہ عرض کریں گے۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے خدا ہم میں سے بعض نے بعض کا استحصال کیا ہے وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا یہاں تک کہ وہ مدت جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرما رکھی تھی وہ پوری ہوئی۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے تم اس میں لمبے عرصے تک رہو گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

سوائے اس کے کہ اللہ اس بلا کو ٹالنے کا فیصلہ فرمالے۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ اللہ تعالیٰ بہت حکمتوں والا اور بہت جاننے والا ہے۔

ان آیات میں بظاہر دعا پیش نہیں کی گئی مگر ایک ایسی حالت بیان کی گئی ہے جس کے نتیجے میں اپنی حالت خدا کے حضور پیش کرنے والے رحم کی تمنا کرتے ہیں۔ یہ دعا جو عذاب کے سامنے حاضر ہونے کے بعد بعض لوگ کریں گے نسبتاً زیادہ مطالعہ کی محتاج ہے تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ یہاں جن سے کیا مراد ہے انس سے کیا مراد ہے اور کیا بات پیش کی جارہی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے فرمایا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ اے جنو تم نے لوگوں میں سے، عوام الناس میں سے اکثر سے ناجائز فائدے اٹھائے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر جن وہ مخلوق ہے جس کے متعلق عوام الناس میں مشہور ہے اور خاص طور پر مُلاں لوگ مشہور کرتے رہتے ہیں کہ یہ انسانوں سے ہٹ کر ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ اس کے متعلق کب انسان کے سامنے یہ بات آئی ہے، کب انسانی تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ ان فرضی جنوں نے بھاری تعداد میں انسانوں سے فائدہ اٹھایا ہو اور ان کو اپنا غلام بنالیا ہو۔ کوئی اتفاق سے کہیں کوئی ایسا مریض ملتا ہے جس کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو جن چڑھ گیا اور اس نے اس کو قابو کر لیا۔

پس یہاں لازماً جن سے مراد کچھ اور ہے اور وہی معنی ہیں جو جماعت احمدیہ کی تفاسیر میں ہمیں ملتے ہیں یعنی جن سے مراد بڑے لوگ ہیں اور جب خدا جن اور انس کا ذکر ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر فرماتا ہے تو اس سے ہمیشہ مراد Capitalist اور Proletarlat یعنی عوام الناس اور بورژ والوگ ہیں ایک دوسرے کے مقابل پر یعنی بوژوا کے مقابل پر Proletarlat جو بڑی بڑی استحصالی طاقتیں ہیں مثلاً مغربی طاقتیں Proletariat ان کے مقابل پر اشتراکی طاقتیں اور بڑے آدمیوں کے مقابل پر چھوٹے غریب بے کس عوام۔ یہ مقابلہ ہمیشہ کیا جاتا ہے جن اور انس کے ذریعہ اور اس کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ لفظ استحصال کا ذکر یہاں خوب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیشہ اشتراکیت کی طرف سے یہی آواز اٹھائی گئی ہے کہ مغربی Capitalist طاقتیں استحصالی طاقتیں ہیں اور سائنٹفک سوشلزم کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ بعض لوگ بعض غرباء کا استحصال کرتے ہیں اور اس

کے ردعمل کے طور پر ایک اشتراکی نظام وجود میں آیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ ہم بڑے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں گے قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ تم نے عوامی طاقتوں کو زیر کرلیا ہے اوران سے بہت سے استفادے کئے ہیں۔ ایسے استفادے جو استحصال کہلاتے ہیں جو جائز نہیں ہیں۔ یہ ایک دور تو وہ تھا جو جنگ عظیم سے پہلے کا دور تھا جبکہ اشتراکی نظام مقابل پر ابھرا نہیں تھا اوراس وقت ایک ہی Capitalist نظام تھا جو ساری دنیا کو زیر کئے ہوئے تھا۔ ایک اب وہ دور ہے جس میں ہم داخل ہورہے ہیں اس میں پھر Capitalistic نظام اکیلا رہ گیا ہے اوراکثر عوامی نظام کو اس نے زیر منقار کرلیا ہے، اپنی لگام کے نیچے لے لیا ہے وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ۔ یہ ذکر چل رہا ہے قیامت کے دن ان دونوں گروہوں کو سزادی جائے گی یہ پس منظر ہے اس آیت کا۔ اس وقت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو عوام الناس ہیں وہ یہ عرض کریں گے کہ اے خدا یہ لوگ غالب تھے اور طاقتور تھے۔ انہوں نے ہمارا استحصال کیا اوراس استحصال کے نتیجے میں ہم سے بدیاں سرزد ہوئیں۔ ہم ان کے پیچھے چل پڑے اوراس معاملے میں ہم مجبور تھے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ کہ یہ کوئی ایسی مجبوری نہیں ہے جس کے نتیجے میں انسان خدا کو چھوڑ دے اورراہ راست سے ہٹ جائے اس لئے اگر دنیا میں انہوں نے تمہارا استحصال کیا تو اس کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ تم گناہوں پر مجبور ہوگئے اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ اس لئے یہ عذر قبول نہیں ہوگا۔ گمراہوں کی یہ دعا ہمارے لئے ایک عبرت ہے۔ بہت سے ایسے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چونکہ بڑے لوگوں کے تابع ہیں ان کے ہاتھوں مجبور ہیں اس لئے ہم اپنے گناہوں کی پاداش نہیں دیکھیں گے، ہم اپنے گناہوں کی سزا نہیں پائیں گے کیونکہ ہم تو مجبور تھے۔ اللہ تعالیٰ اس عذر کو رد فرما رہا ہے اورفرماتا ہے کہ ہر انسان اپنا خود ذمہ دار ہے۔ اگر کسی بڑے آدمی کے پیچھے لگ کر تم بدی کرو گے تو یہ کہنا کافی نہیں ہوگا کہ ہم بڑے آدمی کے اثر کے نیچے مجبور تھے۔

ایک دعا سورۂ اعراف کی آیت ۱۲ تا ۱۹ میں ہے یعنی دعا تو آیت ۱۵، ۱۶، ۱۷ میں اور ۱۸ میں درج ہے لیکن آیات جو درج ہیں یہاں یہ ۱۲ تا ۱۹ ہیں۔ دعا یہ ہے قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

(الاعراف:۱۵) یہ شیطان کی دعا ہے اب اندازہ کریں کہ دعاؤں کا مضمون کتنا پھیلا ہوا ہے نعمتوں کی دعائیں کرنے والوں میں سرفہرست حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہیں، پھر فرشتے ہیں، پھر خدا کے دیگر انبیاء اور ہر قسم کے نیک لوگ اور الْمَغْضُوبِ اور الضَّآلِّيْنَ کی دعا کرنے والوں میں سرفہرست شیطان ہے اس کی دعا بھی محفوظ فرمالی گئی اور بتایا گیا کہ تمہیں کس شیطان سے واسطہ ہے کونسی دعا تمہیں نہیں مانگنی چاہئے اور جس قسم کے شر سے تمہیں واسطہ پڑے گا اس کی کیفیت کیا ہے۔ وہ اپنے لئے خدا سے کیا مانگ بیٹھا ہے اور اللہ تعالیٰ ایک مدت کے لئے اس کی یہ دعا قبول فرما چکا ہے اس لئے ہمیں بہت ہی کھلے لفظوں میں متنبہ فرما دیا گیا ہے۔ فرمایا شیطان نے کہا اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اے خدا مجھے اس دن تک مہلت دے دے جس دن سب لوگ اٹھا کر تیرے حضور حاضر کئے جائیں گے۔ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (الاعراف:۱۶) فرمایا! ہاں تجھے مہلت دی جاتی ہے تو بعض دفعہ بددعا بھی قبول ہو جاتی ہے اور یہ کہنا کہ ہم نے فلاں دعا مانگی اور قبول ہوگئی صرف یہی کافی نہیں ہے اگر بددعا قبول ہو تو بہت بڑی لعنت ہے۔ اگر نیک دعائیں قبول ہوں تو پھر قربت کا نشان ہے نہ کہ بددعاؤں کا قبول ہو جانا اور بددعاؤں کے قبول ہونے کی بھی بعض حکمتیں ہیں۔

بہر حال خدا نے وہیں فرما دیا کہ ہاں تجھے چھٹی ہے۔ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (الاعراف:۱۷) اس نے کہا اچھا اگر مجھے اجازت ہے تو میں بتاتا ہوں کہ میں کیا کروں گا چونکہ تو نے مجھے گمراہ قرار دے دیا ہے اور ساتھ ہی اجازت دیدی ہے کہ میں تیرے بندوں کو بھٹکاؤں اس لئے لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ میں صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور ہر وہ شخص جو صراط مستقیم سے گزر رہا ہو گا اس کو بھٹکانے کی کوشش کروں گا۔ تو دیکھیں جب ہم دعا کرتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تو یہ کافی نہیں ہے تبھی اس کے بعد یہ تشریح آتی ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ راستہ تو سیدھا ہے مگر اس سیدھے راستے پر بھٹکانے والے لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں، وسوسے پیدا کرنے والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں طرح طرح کے عذر تراش کر یہ سمجھانے والے بھی بیٹھے ہیں کہ یہ کرلو تو کوئی حرج نہیں وہ کرلو تو کوئی حرج نہیں۔ اتنی سی بات سے کیا ہوتا ہے۔ تو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر جگہ جگہ اسی طرح یہ شیطان بیٹھے ہوئے ہیں جس طرح بعض دفعہ عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے رستے میں بیٹھے ہوئے فقیر ملتے ہیں اور طرح طرح کے بہانے بنا کر یہ انسان کو بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ راز ہم پر کھول دیا ہے اگر یہ چھپا رہتا تو ہمارا دھوکا کھانا شاید کوئی عذر رکھتا۔ لیکن یہ سب کچھ بیان ہونے کے بعد ہمارا پھر آنکھیں کھول کر دھوکا کھانا یہ ہمارے گناہوں کی شدت کو بڑھا دیتا ہے۔ کہتا ہے پھر میں کیا کروں گا۔ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ (الاعراف:۱۸) میں پھر ان کے آگے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی آؤں گا یعنی پیچھا ہی نہیں چھوڑوں گا صرف رستے پر بیٹھا نہیں رہوں گا بلکہ ساتھ ساتھ بھاگوں گا اور میں نے دیکھا ہے بچپن میں ایسے فقیر بڑا تنگ کیا کرتے تھے جن کو اگر کچھ نہ دو تو وہ آگے بھی ہوتے تھے پیچھے بھی ہوتے تھے۔ رستے روکتے تھے پیچھے سے دامن پکڑتے تھے اور لوگوں کا پیچھا چھوڑتے نہیں تھے جب تک ان کو کچھ مل نہ جائے۔

تو خدا نے شیطان کا بھی ویسا ہی نقشہ کھینچا ہے کہ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صراط مستقیم پر بیٹھا نہیں رہے گا ساتھ ساتھ دوڑے گا اور کبھی سامنے سے آکر کوئی بات کرے گا کبھی پیچھے سے آکر کان میں کچھ پھونکے گا اور مجبور کرے گا کہ تم اس کی بات مان کر الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے ہٹ جاؤ اور ٹھوکر کھا جاؤ۔ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ پھر کبھی وہ دائیں طرف سے بھی آئے گا اور کبھی بائیں طرف سے بھی آئے گا۔ دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ دین پر کھلے کھلے حملے کرے گا۔ اور بائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ لالچیں دے گا کیونکہ بائیں طرف دنیا کا نشان ہے اور دائیں طرف دین کا نشان ہے غرضیکہ ہر طرح سے وہ مشکلوں میں مبتلا کر دے گا۔ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ یعنی شیطان یہ بتائے گا کہ میں یوں کروں گا اور یوں بھی کروں گا اور پیچھا نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ (الاعراف:۱۹) خدا نے فرمایا کہ اے شیطان تو میرے دربار سے باہر نکل جا۔ تیری ہمیشہ مذمت کی جائے گی اور تو درگاہ سے راندہ ہوا ہے پس جو بھی تیری پیروی کرے گا اس کا بھی ویسا ہی حال ہو گا اور میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

یہاں ایک پتے کی بات شیطان نے بیان کردی جس سے مومن کو فائدہ اٹھانا چاہئے جس طرح لقمان سے کسی نے پوچھا تھا کہ تو نے حکمت کی باتیں کس سے سیکھیں۔اس نے جواب دیا کہ بے وقوفوں سے۔تو بعض دفعہ شیطان سے بھی کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے جس سے مومن فائدہ اٹھالیتا ہے۔اول تو اس کا سارا بیان خدا نے ریکارڈ کر دیا اور ہمارے سامنے رکھ دیا کہ یہ باتیں ہیں جن کے متعلق میں اس کو اجازت دے بیٹھا ہوں۔دوسری بات یہ ہے اس نے آخری نتیجہ یہ نکالا ہے وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ کہ اے خدا تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں دیکھے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ شکر گزار انسان ٹھوکر نہیں کھا سکتا کوئی ایسا شخص جو احسان مند ہو اور اس کے اندر احسان مندی کا جذبہ پایا جاتا ہو اور اس کے دل میں کسی محسن کے احسانات کا احساس رہے وہ شخص اس طرح حد سے نہیں گزر سکتا کہ محسن کے خلاف کارروائی کرے۔بعض انسان ایسے ہیں جو احسان فراموش ہوتے ہیں ان سے آپ ساری عمر احسان کا سلوک کریں ذرا سا منہ موڑیں تو وہ اس کے نتیجے میں آپ کے مخالف ہو جاتے ہیں اور بعض آپ کو گزند بھی پہنچانے کی کوشش بھی کرتے ہیں ایک فارسی کا شعر اس مضمون کا بہت ہی اچھا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ دیکھو کتا ایک ایسا جانور ہے کہ تم اس کو ایک دفعہ روٹی کا ٹکڑا ڈال دو پھر اس کو سو دفعہ مارو لیکن وہ تم پر حملہ نہیں کرے گا لیکن بعض انسان ایسے بدنصیب ہیں کہ ان کو سو دفعہ روٹی ڈالو ایک دفعہ ان سے منہ موڑ لو تو وہ تم پر بھونکنے لگتے ہیں اور تمہارے خلاف ہو جاتے ہیں اور تم سے بدلے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔تو شیطان نے بہت پتے کی بات کہی ہے تبھی خدا نے اس کو محفوظ کر لیا اور ہمیں شیطان سے بچنے کی راہ سکھا دی۔وہ شخص جو احسانات کے نتیجے میں زیر بار ہو جاتا ہے اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ اپنے محسن کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔

پس وہ انسان جو چاروں طرف سے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں سے اللہ تعالیٰ کے احسانات سے گھرا ہوا ہے اس کے اوپر بھی احسانات ہیں اور اس کے نیچے بھی احسانات ہیں اللہ تعالیٰ یہ توجہ دلا رہا ہے کہ شیطان ایسے شخص پر حملہ نہیں کر سکتا جو ان احسانات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے والا ہے کیونکہ شیطان کہتا ہے کہ میں دائیں طرف سے بھی حملہ آور ہوں گا۔دائیں طرف سے بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اس کا دفاع کر رہا ہوگا۔وہ کہتا ہے میں سامنے سے آؤں گا۔سامنے سے بھی

اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس اس کا دفاع کررہا ہوگا۔ اسی طرح آگے پیچھے، دائیں بائیں ہر طرف اللہ تعالیٰ کے احسانات انسان کو گھیرے ہوئے ہیں اور ایک احسان مند ہونے والا دل کبھی بھی اس کے نتیجے میں شیطان کے حملے کا نشانہ نہیں بن سکتا۔ تو شیطان نے پتے کی بات یہ کہی کہ میں ناشکروں پر حملے کروں گا اور جتنے ناشکرے ہیں وہ میرے غلام بن جائیں گے اور یہ بات درست ہے۔

گناہ کا آغاز ناشکری سے ہوتا ہے اور اس کا انجام وہی ہے جس طرح قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا کہ تم سب سے پھر میں جہنم کو بھردوں گا۔ ایک دوسری جگہ اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جو میرے عبد ہیں ان پر تو غالب نہیں آسکے گا جو چاہے کر لے۔ اور عبد سے مراد وہی ہے کہ جو احسان مند لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھ کے اس کے غلام ہوجاتے ہیں۔

ایک اور دعا ہے سورۂ اعراف آیات ۳۸ تا ۴۰ میں ان میں دعا والا حصہ یہ ہے۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۬ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ

فرمایا کہ جب ایک امت، ایک قوم، بعض گروہ جب نئے داخل ہوں گے جہنم میں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ کہ اے لوگو تم اپنے ہی جیسی ایک اور امت کے مقام میں داخل ہوجاؤ تم سے پہلے بھی کچھ لوگ ایسے گزرے تھے جو تمہارے جیسے اعمال کیا کرتے تھے ان کا جو ٹھکانا ہے وہی تمہارا ٹھکانا ہے یعنی خدا دنیا میں مختلف زمانوں میں آنے والے انسانوں سے ناانصافی نہیں کرے گا جن اعمال کے نتیجے میں پرانے زمانوں میں بعض لوگ کسی خاص انجام کو پہنچے ویسے اعمال کرنے والے خواہ جب آئیں بالآخر ان کا بھی وہی مقام ہوگا۔ فرمایا كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا اور اس حال میں وہ لوگ داخل ہوا کریں گے کہ جب بھی کوئی لوگ داخل ہوں گے تو اپنے جیسوں پر لعنت بھیجیں گے جس طرح مومن جب جنت میں داخل ہوں گے تو سلام کہا کریں گے اسی طرح جہنم میں جانے والے اپنے ساتھیوں پر لعنت بھیجیں گے۔

حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا یہاں تک کہ جب وہ سب اکٹھے ہو جائیں گے ۔ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ اس وقت بعد میں آنے والے اپنے پہلے آنے والوں کے متعلق اپنے رب سے یہ عرض کریں گے کہ اے خدا یہ وہ شیطان لوگ ہیں جن کے پیچھے چل کر ہم نے اپنا دین بھی گنوایا اور اپنی دنیا بھی گنوائی ۔ یہ وہ بد بخت ہیں جن کو ہم نے اپنا امام بنالیا تھا پس ان کو دوہرا عذاب دے اور یہ بھی ایک خاص گناہ گار کی فطرت کا اظہار ہے ایک مومن تو یہ دعا کرتا ہے کہ اے خدا بخش دے ۔ معاف کر دے ۔ اور جو شیطان صفت لوگ ہیں ان کو مزا اور ہی طرح آتا ہے ان کو اگر اپنی بخشش میں مزا نہیں تو دوسرے کے زیادہ عذاب میں مزا ہے ۔ اپنی دنیا کی زندگیوں میں بھی ان کا یہی طریقہ ہوا کرتا تھا کہ کسی کے دکھ کو دیکھ کر ان کو سکون ملتا تھا ۔ تو جہنم میں جا کر بھی ان کا مزاج نہیں بدلے گا وہ یہ نہیں کہیں گے کہ اے خدا ان بد بختوں نے ہمیں گمراہ کیا اور اس لئے ہمیں معاف کر ہم سے رحم کا سلوک فرما ۔ وہ کہیں گے اچھا پھر ان کے دہرے عذاب کا مزا ہمیں چکھا ۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائے گا لِكُلٍّ ضِعْفٌ دیکھو دونوں کے لئے دوہرا ہی عذاب ہے ۔ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ لیکن تم اس بات کو سمجھتے نہیں ۔ دونوں کے لئے دوہرا عذاب کیوں ہے ایک دوسرے کے لئے گمراہی کا موجب بنا اور ایک نے گمراہی اختیار کی ۔

سوال یہ ہے کہ اس کا یہ جواب کیوں دیا گیا کہ دونوں کے لئے دوہرا عذاب ہے لیکن تم نہیں جانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی کی پیروی کرتے ہوئے ایک برا نمونہ پیش کرتا ہے وہ محض کسی برے نمونے کے پیچھے چلنے والا نہیں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے خود بھی وہ ٹھوکر کا سامان بن جاتا ہے ۔ تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم نے ان کی پیروی کی اسلئے ان کو دوہرا عذاب دیا جائے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم تو پیروی کر کے اب میرے حضور حاضر ہو گئے لیکن تم نہیں جانتے کہ تم نے کتنے بدنمونے پیچھے چھوڑے ہیں اور کتنی آنے والی نسلوں کی گمراہی کے سامان پیدا کئے ہیں اس لئے جس دلیل سے تم کہتے ہو کہ ان کو دوہرے عذاب میں مبتلا فرما وہی دلیل تمہارے دوہرے عذاب کا بھی مطالبہ کرتی ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ ہرگز ظلم کرنے والا نہیں اور خدا تعالیٰ جب گمراہوں اور مغضوبوں سے باتیں کرتا ہے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوٹوک جواب دے دیا کوئی دلیل نہیں لیکن جب آپ گہری نظر سے دیکھیں تو خدا کے دوٹوک جواب میں گہری حکمت کارفرما ہوتی ہے اور بہت ہی پر شوکت

اور پر حکمت کلام ہے چنانچہ یہ بات سن کر پھر خدا فرماتا ہے وَقَالَتْ أُولٰهُمْ لِأُخْرٰهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ (الاعراف:۴۰) کہ دیکھ لیا تم نے تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں دی گئی۔ تم سے کوئی غیر معمولی سلوک نہیں کیا جائے گا اب آؤ مل کر ہم اس عذاب کو چکھیں جو ہم نے بھی کمایا تھا اور جو تم نے بھی کمایا ہے۔

سورۃ الانفال آیت ۳۱ تا ۳۴ میں سے ایک آیت میں یہ دعا ہے:۔ وَإِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ کہ بعض ایسے بد بخت لوگ ہیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مخالفین میں سے کیونکہ ان کا ذکر ہو رہا ہے جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے اللہ اگر واقعی محمد مصطفی ﷺ حق پر ہیں اور تو نے ان کو حق عطا کیا ہے۔ یہ حق تیری طرف سے ہے فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ تو ہم پر پھر آسمان سے پتھروں کی بارش نازل فرمایا أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ یا ہمیں بہت ہی دردناک عذاب دے۔

یہ دعا کفار مکہ کی دعا ہے اور روایات سے پتا چلتا ہے کہ ابوجہل نے یہ دعا کی تھی اور یہ کہا تھا کہ جس بندے کا میں انکار کر بیٹھا ہوں مجھے اتنا یقین ہے کہ یہ جھوٹا ہے کہ میں بڑی دلیری کے ساتھ تجھے مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اے خدا اگر تو نے اس کو سچ عطا کیا ہے تو پھر آسمان سے بے شک مجھ پر پتھروں کی بارش نازل فرما اور جو بھی دردناک عذاب ہو سکتا ہے ہمیں پہنچے۔

ایک دفعہ ایک بدوی نے بنو عباس کے ایک خلیفہ کو یہ طعنہ دیا کہ تم لوگ جو قریش مکہ بن کر اپنی فضیلتوں کے قصے سناتے رہتے ہو۔ خدا نے ہم پر تمہارا حال کھول دیا ہے۔ تم بڑے ہی بے وقوف لوگ ہو اور قرآن کریم نے تمہاری بے وقوفی پر ہمیشہ کے لئے گواہی دیدی ہے۔ اس نے تعجب سے پوچھا کہ کون سی گواہی۔ اس نے کہا تم میں سے سب سے بڑا صاحب حکمت ابوالحکم ہی تھا نہ۔ جس کو خدا نے بعد میں ابوجہل قرار دیا اور ابوالحکم کا حال یہ تھا کہ خدا سے اس نے یہ دعا کی کہ اے خدا اگر محمد مصطفی ﷺ کو تو نے حق عطا فرمایا ہے تو پھر ہم پر پتھروں کی بارش نازل فرما۔ وہ بڑا پاگل آدمی تھا اس کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ اے خدا اگر حق ہے تو ہمیں توفیق عطا فرما کر ہم اس حق کو قبول کر لیں۔ یہ کہنا چاہئے تھا کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کو نہ مانیں لیکن اگر حق ہے تو پھر ہم پر رحمتیں نازل فرما اور ہمیں توفیق عطا فرما۔ یہ دعا مانگ بیٹھا کہ اگر حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش نازل فرما۔ لیکن یہ جو

ابو جہل کی فطرت ہے یہ ہر زمانے میں دہرائی جاتی ہے۔ بعض لوگ ہم نے دیکھے ہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق خدا آسمان سے اتر کر ہمیں کہے کہ یہ سچا ہے تب بھی ہم نہیں مانیں گے۔ تو یہ جو فطرت ہے بغاوت کی یہ شیطانی فطرت ہے اور خدا آسمان سے خود اتر کر کہے کہ یہ سچا ہے تو ہم نہیں مانیں گے۔ یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے جو شیطان کا مکالمہ گزر چکا ہے اس میں یہ بات کھل کر ثابت ہو چکی ہے۔ شیطان جانتا تھا کہ خدا حق ہے اور شیطان جانتا تھا کہ خدا نے آدم کو حق قرار دیا ہے اور اس کے باوجود وہ دیکھو کیسی بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے اے خدا میں پھر بھی نہیں مانوں گا اور تو مجھے مہلت دے تا کہ قیامت تک میں ان لوگوں کے رستے پر بیٹھوں۔

اس دعا سے یہ معاملہ بھی سمجھ آ گیا کہ شیطان کن لوگوں کے بھیس میں ان رستوں پر بیٹھا کرتا ہے۔ ہر نبی کے دور میں جیسے آدم کے دور میں ایک شیطان نے خدا سے یہ مکالمہ کیا۔ عملاً ایسے ابلیس پیدا ہوتے رہتے ہیں جو بعینہ یہی بات کہتے ہیں کہ اے خدا تو نے ہمیں بتا دیا تب بھی ہم نہیں مانیں گے اور آدم کی کہانی ہر دور میں دہرائی جاتی ہے۔ پس ان مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی دعاؤں سے اور جو مکالمہ انہوں نے خدا سے کیا ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے گہری نصیحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے استفادے کی توفیق بخشے۔

سورۂ یونس آیت ۲۲ تا ۲۴ کی ایک دعا ہے جو مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی طرف منسوب ہے۔ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کا مضمون تو ہے لیکن یہ ذرا مضمون میں چھپا ہوا لپٹا ہوا مضمون ہے۔ فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (یونس:۲۳) وہی خدا ہے جو تمہیں خشکیوں اور سمندروں میں سفروں پر لے جاتا ہے اور سفر کی سہولتیں تمہیں عطا فرماتا ہے۔ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو۔ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ اور وہ کشتیاں ٹھنڈی خوشگوار ہواؤں کے ساتھ ان کو لے کر سفر پر روانہ ہوتی ہیں وَّفَرِحُوْا بِهَا اور وہ اس سے بہت خوش ہو جاتے ہیں جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ہوا میں تیزی آ جاتی ہے اور خنک ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور ہر طرف سے موج در موج طوفان اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہر طرف سے موجیں ان کو گھیر لیتی ہیں۔ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہم ان موجوں کے گھیرے میں آ چکے ہیں۔ دَعَوُا اللّٰهَ

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وہ اس وقت پورے اخلاص کے ساتھ اپنے دین کو سچا قرار دیتے ہوئے خدا سے یہ عرض کرتے ہیں لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ اے خدا اگر اس بار اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخش دے تو ہم یقیناً تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (یونس:۲۴) پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو نجات بخش دیتا ہے تو وہ دنیا میں اسی طرح ناحق بغاوت کرتے پھرتے ہیں جس طرح پہلے کیا کرتے تھے اور خدا کے معصوم بندوں کو ستاتے ہیں ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کہ اے لوگو سن لو کہ تمہاری بغاوت بالآخر تمہارے ہی خلاف ہوگی مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور یہ جو نفع کی باتیں کرتے ہو یہ تو عارضی دنیا کا نفع ہے بالآخر تم ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہو اور فَنُنَبِّئُكُمْ تب ہم تمہیں بتائیں گے کہ تمہارے اعمال کی کیا حقیقت تھی۔

اس دعا کو اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی دعا میں نے اس لئے کہا ہے کہ بالآخر یہ لوگ اپنے وعدوں سے ٹل جاتے ہیں اور ہٹ جاتے ہیں ۔ مگر مصیبت کے وقت کی یہ دعا بذات خود اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی دعا نہیں اسی لئے میں نے کہا کہ یہ لپٹی ہوئی سی دعا ہے۔ ہر وہ شخص جو نیک ہو یا بد ہو جب مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اسی قسم کی دعائیں کیا کرتا ہے لیکن بعض ان میں ایسے ہیں جو مغضوب بھی ہیں۔ جو جھوٹے ہیں دھوکا دینے والے ہیں ۔ خدا سے وعدے کرتے ہیں اور پھر ان وعدوں سے ہٹ جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کی بھی دعائیں قبول کرلیا کرتے ہیں ۔ پس یہاں یہ مضمون سمجھانے کی خاطر میں یہ دعا آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ ایسی دعا جو مصیبت کے وقت کی جائے بعض دفعہ وہ اس شدت کے ساتھ دل سے اٹھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر گواہی دیتا ہے کہ دین کے خلوص کے ساتھ وہ دعا کی گئی تھی ۔ واقعۃً دل کی کیفیت یہی ہوتی ہے اور چونکہ وہ کیفیت ایسی ہے جس کو خدا تعالیٰ رد نہیں فرمایا کرتا اس لئے اس علم کے باوجود کہ یہ کیفیت بدل جائے گی اس وقتی کیفیت پر احسان فرماتے ہوئے اس دعا کو قبول کر لیتا ہے۔ پس بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بد بھی ہیں تب بھی ہماری دعائیں تو قبول ہو ہی جاتی ہیں ان کو دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے ۔ اللہ تعالیٰ اتنا رحم فرمانے والا ہے کہ جب ایک انسان ایک اضطرار کی حالت

میں دعا کرتا ہے اور وقتی طور پر مخلص ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو رد نہیں کر سکتی۔

یہ مضمون آپ نے اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی دیکھا ہوگا۔ بعض لوگ بار بار شرارت کرتے ہیں لیکن جب پکڑے جائیں تو واقعی ایسی عاجزی کی کیفیت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں وہ تھر تھر کانپتے ہیں، پاؤں کو جھک جھک کر ہاتھ لگاتے ہیں کہ خدا کے لئے اس دفعہ معاف کر دو۔ آئندہ ہم نہیں ایسا کریں گے اگر پتا بھی ہو آپ کو کہ آئندہ پھر بھی کریں گے وہ عاجزی اور انکساری کی کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ ایک شریف انسان اس کو رد نہیں کر سکتا۔ پس اگر ایک عام انسان بھی اس الحاح سے متاثر ہو جاتا ہے اس عاجزی سے متاثر ہو جاتا ہے تو خدا تو بہت زیادہ غفور و رحیم ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کو علم نہیں۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ پھر یہی حرکتیں کریں گے لیکن ساتھ ہی بیان فرما دیا کہ آخر ہمارے پاس آنا ہے۔ ہمیں پتا ہے کہ بھاگ کے تو کہیں جائیں گے نہیں۔ چونکہ انجام بالآخر میرے پاس ہونا ہے اس لئے مجھے اس سے فرق ہی کوئی نہیں پڑتا چاہے میں دس دفعہ معاف کروں ہزار دفعہ معاف کروں۔ چونکہ مجھ تک پہنچنے والے ہیں اس لئے آخری فیصلہ میں قیامت کے دن کروں گا۔ جب سب کے اعمال میرے حضور پیش کئے جائیں گے چونکہ وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے ایک دعا کے ذکر کے بعد میں آج کا خطبہ ختم کروں گا۔ فرمایا ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (یونس:۹۱)

فرماتا ہے کہ جب ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا اور فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اس کی پیروی کی اور بغاوت کی باتیں کرتے ہوئے اور دشمنی کے ارادے لے کر ان کے پیچھے چل پڑا۔ یہاں تک کہ جب اس کے غرق ہونے کا وقت آ پہنچا۔ اس وقت اس نے یہ دعا کی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ میں گواہی دیتا ہوں کہ بنو اسرائیل جس خدا پر ایمان لائے ہیں اس خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور میں مسلمان ہوتا ہوں۔ تب خدا نے فرمایا آٰلْــٰٔنَ (یونس:۹۲)۔ کیا اب جب کہ تیرے غرق ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔

وَقَدْ عَصَيْتَ اور تو اس سے پہلے ساری عمر نافرمانی میں گزار چکا ہے۔ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ اور تو ہمیشہ فساد کرنے والوں میں سے رہا۔

اس دعا کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے اس دعا کو بھی مشروط رنگ میں قبول کرلیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس وقت آخری لمحے میں اس دعا کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس کی ساری عمر بدیوں میں گزری۔ ساری عمر بغاوت میں کٹی۔ اب جبکہ موت سر پر آ کھڑی ہوئی بلکہ ڈوب رہا ہے ان لمحوں میں جو وہ دعا کرتا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں لیکن اس کے باوجود بعض دفعہ اس دعا میں ایک شدت ایسی اضطرار کی پیدا ہو جاتی ہے کہ خدا اس کو بھی قبول فرمالیتا ہے۔ لیکن کسی حکمت کے تابع فرمایا ہم نے اس کو یہ جواب دیا آٰلْئٰنَ کیا اب اس وقت پھر فرماتا ہے۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ (یونس: ۹۳) چلیں ہم تیرے بدن کو نجات بخش دیں گے کیونکہ روح کے خوف سے تو تو نے توبہ نہیں کی تھی۔ بدن کا خوف در پیش ہے تو توبہ کر رہا ہے اس لئے اس آخری توبہ میں روح کو تو نہیں بچاؤں گا لیکن تیرے بدن کو ضرور بچالوں گا۔ کس لئے؟ اس لئے لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً تا کہ تو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ اور دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو ہمارے نشانات سے غافل ہیں۔

اس آیت سے مختلف مفسرین نے مختلف نتائج نکالے ہیں۔ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ کے مضمون میں وہ یہ سمجھتے ہیں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ خدا نے جب وہ غرق ہو رہا تھا تو اس وقت کی یہ دعا تھی اس لئے خدا نے صرف بدن کو بچایا یعنی لاش کو بچایا اور فرعون کو نہیں بچایا۔ وہ سمجھتے ہیں روح کے مقابل پر لاش سے مراد یہ ہے کہ زندہ نہ رکھا گیا اور اس کی دعا اس رنگ میں قبول ہوئی کہ اس کا بدن بعد میں باقی رہے گا۔ میرے دل میں ہمیشہ اس تفسیر کے بارے میں تردد رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فراعین مصر کی لاشیں تو ویسے ہی محفوظ کی جاتی تھیں اس لئے خدا نے اس کی کیا دعا سنی۔ وہ تو دستور تھا اہل مصر کا۔ اپنے فرعون کی لاش کو ڈھونڈھ کر جب وہ پانی اترا ہو گا تو انہوں نے ضرور اس کی ممی بنالی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ ہم تیرے بدن کو محفوظ رکھیں گے اس سے مراد اس کی زندگی سمیت بدن ہے اور یہ نتیجہ نکالنا پڑے گا کہ روح نہیں بچے گی۔ یعنی جب وہ قیامت کے دن پیش ہو گا تو اس وقت گناہگاروں اور مجرموں کے طور پر ہی پیش ہو گا لیکن چونکہ اس نے عارضی زندگی کی خاطر دعا مانگی

ہے اور روحانی زندگی کی خاطر نہیں مانگی اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھے ہم عارضی زندگی عطا کر دیں گے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پچاس سال ٹھہر و سو سال ٹھہر و لیکن بالآخر اس کے نتیجے میں تجھے معاف نہیں کریں گے کیونکہ جو گناہ تجھ سے سرزد ہو چکے ہیں آخری دم تک تو نے ان سے توبہ نہ کی تھی۔اس مضمون کی روشنی میں میرے ذہن پر ہمیشہ ہی اثر رہا کہ فرعون کے متعلق جستجو کروں کہ واقعۃً اس سے کیا ہوا؟

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے انگلستان میں ایک انسائیکلوپیڈیا ایسا میرے ہاتھ آیا جس میں تفصیل سے اس فرعون کا ذکر تھا یعنی Rameses the second (رعمسیس ثانی) اور مجھے یہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہوا کہ وہ اس واقعہ کے بعد پچاس ساٹھ سال زندہ رہا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ نوے سال کی عمر اس نے پائی اور بہت چھوٹی عمر میں اس کا باپ فوت ہو گیا۔حضرت موسیٰؑ کی زندگی کا اکثر حصہ اس کے باپ کے زمانے میں کٹا ہے جو اور مزاج کا تھا۔اس کی موت کے بعد یہ نوجوان تھا جب یہ بادشاہ بنا ہے اور چونکہ یہ حضرت موسیٰؑ سے پہلے سے ہی حسد کرتا تھا اور جانتا تھا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا ہمارے دربار میں ہمارے بادشاہ کے گھر میں پل رہا ہے۔اس کی وجہ سے اس کے دل میں حسد تھا۔تو ذاتی انتقام کی خاطر بھی اس نے بہت زیادہ شدت اختیار کی۔جب یہ واقعہ ہوا ہوگا۔جس وقت بھی ہوا ہے اس وقت حضرت موسیٰ اپنی بڑی شر کو پہنچ چکے تھے اور یہ شخص ابھی بالکل نوجوان تھا۔اگر یہ اس وقت غرق ہو جاتا۔واقعۃً ڈوب کر مر چکا ہوتا تو اس کی جو لاش ممی کی ہوئی ملتی وہ نوجوانی کی لاش ہونی چاہئے تھی۔اس کی جو لاش دریافت ہوئی ہے وہ ایک نوے سالہ انسان کی لاش ہے۔جس سے پتا چلتا ہے کہ لازماً اللہ تعالیٰ نے اس کو جب بدن کی نجات کا وعدہ فرمایا تو مراد تھا دنیاوی زندگی کی نجات کا وعدہ ہے۔خالی بدن کے رکھنے کا تو کوئی مطلب نہیں اور فرمایا کہ یہ اس لئے ہوگا کہ اس کے بعد تو جب بھی مرے گا تیری لاش ہمیشہ کے لئے عبرت کے نشان کے طور پر محفوظ رہے گی اور پھر ہم دنیا کو بتائیں گے کہ یہ وہ ظالم انسان تھا جس نے خدا سے ٹکر لی تھی۔

ایک اور وجہ بھی اس کی لاش کو بچانے کی یہ نظر آتی ہے کہ اگر یہ ڈوب جاتا تو ممکن ہے پانی اترنے کے بعد اس کی لاش ڈھونڈھنے کی کوشش کی جاتی لیکن اس کا بہت کم امکان تھا کیونکہ سمندر میں ڈیلٹا کے پاس ایسی مچھلیاں ہوتی ہیں جو لاشوں کو کھا جاتی ہیں بڑی جلدی اور پھر لہریں بھی بہا کے کہیں

سے کہیں لے جاتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے جب فرعون ڈوبنے لگا ہے جب اس نے دعا کی ہے تو اس کے حوالی موالی اس کے ساتھی زور مارتے رہے ہیں کہ کسی طرح اس کو بچالیں اور بالآخر اس کو دنیا کی زندگی کی نجات مل گئی تھی۔

دعا کے مضمون کے لحاظ سے آخری نتیجہ یہ نکالنا چاہئے کہ آخری سانس کی دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں اس لئے توبہ کے لئے وہ وقت ہوا کرتا ہے جب توبہ کے بعد بھی ایک زندگی گزرنی ہو۔ اگر توبہ ایسے وقت میں ہو جبکہ انسان اپنے آخری وقت کو پہنچ چکا ہو تو ایسی توبہ قبول نہیں ہوا کرتی اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی طرح اس وقت توبہ کی توفیق نہ بخشے جبکہ توبہ کے دروازے بند ہو چکے ہوں بلکہ زندگی میں توبہ کی توفیق بخشے اور توبہ کی دعا کرتے وقت ان سب بدنصیبوں کے انجام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ یہ دعا کیا کریں کہ اے خدا ہم اس وقت مخلص ہیں لیکن تو نے ہمیں بتایا ہے کہ بعض الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ بھی تو مخلص تھے۔ تو نے ہمیں بتایا ہے کہ بعض گمراہ بھی تو دعا کرتے وقت مخلص تھے اس لئے ہم نہیں جانتے کہ ہمارا کیا انجام ہوگا اس لئے ہم تیرے حضور جھکتے ہوئے عاجزانہ یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس اخلاص کو عارضی نہ بنا دینا۔ ان بدنصیبوں میں ہمیں شامل نہ کرنا جن کے وقتی اخلاص کے پیش نظر تو نے ان کی التجاؤں کو قبول فرمالیا لیکن جب مہلت دی تو وہ دوبارہ ویسے ہی کاموں میں پڑ گئے۔ اس لئے ہمیں ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرما جو تیرے حضور دائمی ٹھہرے اور جب بھی ہم سے دوبارہ غلطی سرزد ہو مجرموں کی طرح ہم سے صرف نظر نہ کرنا بلکہ اس طرح صرف نظر فرمانا جس طرح اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے کوئی صرف نظر کیا کرتا ہے۔ پس امید ہے کہ ہم جب اس مضمون کو ختم کریں گے تو ہماری اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی دعاؤں میں ایک نئی جلا پیدا ہو جائے گی۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ انعام یافتہ لوگوں کی دعائیں کیا رنگ رکھتی ہیں اور الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی دعائیں رکھتی ہیں۔ یہ دعا قبول ہوتی ہے تو کیوں ہوتی ہے؟ وہ دعا قبول ہوتی ہے تو کیوں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ایسی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ جس پر ہر چند کہ شیطان بیٹھا ہوا ہے مگر ہم اس کے شکر گزار بندوں کی طرح اس پر قدم ماریں اور کبھی بھی شیطان ہمارے شکر پر حملہ نہ کر سکے کیونکہ وہی ہمارا دفاع

ہے ۔اگر ہم شکر سے عاری ہوگئے تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ایسی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔جس پر انعام یافتہ بندے دعائیں کرتے ہوئے چلتے رہے اور بالآخر اپنی مراد کو پہنچے۔ آمین۔